جیسے کہ یہی روایت[سنن أبی داود ۲/ ۱۱۷،عون المعبود ۳/ ۲۴۹ ، بذل المجهود ٤/۲۳۹، مشكل الآثار ۲/ ۱۳۲ ، شرح معانی الأثار ۲/ ۳۲٦، سنن الدارقطنی ۲/ ٥٤٥، مسند احمد ٥/ ۱۹۳ ، السنن الكبرىٰ ٦/ ۹۷، عقود الجواهر ۲/ ٦۳ ، الخصائص الكبرىٰ ۲/ ۱۱۳، مستدرك حاكم ٤/ ۲۳٤ ، المحلی۷/ ٤۱٥] وغیرہ سب میں بغیر ضمیر کے'' امرأة'' ہے۔لہٰذا''امرأته''یعنی میت کی طرف لوٹنے والی ضمیر کے ساتھ غلط ہے۔

ثانیاً: جن حضرات نے'' امرأته '' کے الفاظ پیش نظر رکھے ہیں،انہوں نے بھی اس سے مطلق جواز کا استدلال نہیں کیا ہے۔کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا۔کسی نے کوئی اور توجیہ پیش کرنے کی کوشش کی اور بعض نے رکیک تأویلات کے تحت میت کے ہاں سے کھانا تناول کرنے کو درست کہا اور فریق مخالف کے''اعلیٰ حضرات'' نے یہ جواب دیا کہ:اس عورت نے پہلے دعوت دے رکھی تھی ، وقت موعود پر تقدیراً اس کا خاوند فوت ہوگیا۔بنا بریں آپ ﷺ کا وہاں کھانا تناول فرمانا وفات کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ وعدے کی بنا پر تھا۔اور خان صاحب نے ملا علی قاری اور علامہ حلبی کی مفصل تردید کی ہے۔ [احکام شریعت]

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے میت کے گھر کھانا تناول نہیں فرمایا۔اصل الفاظ'' امرأة ''ہیں اور جب ملا علی قاریؒ نے اس حقیقت کا جائزہ لیا تو اپنی آخری تصنیف[شرح نقاریه ۱/ ٤۰]میں صاف تحریر فرمایا ہے کہ میت کے ہاں کھانا تناول کرنا مکروہ اور بدعت مستقبحہ ہے۔

❁❁❁

تعزیتی اجلاس

مجلس شوریٰ جمعیت اہل حدیث بلتستان نے رئیس مجلس عمل فضیلۃ الشیخ عبدالرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت فاجعہ پر تعزیت کے سلسلے میں ہنگامی اجلاس طلب کیا،جس میں آپ کی گوناگوں و پرخلوص دیرینہ خدمات پر بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا اور بشری لغزشوں کی معافی ، بارگاہِ الٰہی میں اعمال صالحہ کی قبولیت ، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور پسماندگان کے توفیق صبر جمیل کے لیے اجتماعی دعا بھی کی گئی۔

اس موقع پر جمعیت اہل حدیث بلتستان نے ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے عزم صمیم کا اعلان کرتے ہوئے فوری طور پر ان کی بعض اہم ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے متبادل افراد کی تقرری بھی عمل میں لائی۔

❁❁❁❁❁ (سیکرٹری جمعیت اہل حدیث بلتستان)

جہاد اور دہشت گردی

جہاد اور اس کے تقاضے

قسط:۲

حافظ عبدالستار حماد

ترغیب جہاد: جہاد کی ترغیب سے متعلق متعدد آیات ہیں ہم صرف چند ایک کا حوالہ دیتے ہیں۔

۱۔ ﴿ **فإن یکن منکم مائة صابرة یغلبوا مائتین وإن یکن منکم ألف یغلبوا الفین باذن الله** ﴾ [الانفال ٦٦] ''پس اگر تم میں ایک سو بھی صبر کرنے والے مجاہد ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایک ہزار ہوں گے تو اللہ پاک کے فضل سے دو ہزار کافروں پر غالب رہیں گے۔''

۲۔ ﴿ **فقاتل فی سبیل الله لاتکلف إلا نفسک وحرض المؤمنین عسی الله أن یکف بأس الذین کفروا والله أشد بأسا وأشد تنکیلا** ۞ ﴾ ''تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہ، تجھے صرف تیری ذات کی نسبت حکم دیا جاتا ہے، ہاں ایمان والوں کو رغبت دلاتا رہ، امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے اور اللہ تعالیٰ سخت قوت والا ہے اور سزا دینے میں بھی سخت ہے۔'' [النساء ٨٤]

۳۔ ﴿**وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا أخرجنا من هذه القریة الظالم أهلها واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا** ۞ ﴾ [النساء ٧٥] ''بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان ناتواں مردوں، عورتوں اور بچوں کے چھٹکارے کے لیے جہاد نہ کرو؟ ! جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔''

۴۔ '' **فوالذی نفسی بیده لأقاتلنهم علی أمری هذا حتی تنفرد سالفتی ولینفذن الله أمره** '' [بخاری ، الشروط ح ۲۷۳۱] ''پس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور بضرور اپنے اس حکم (دین) پر ان کے خلاف لڑائی کروں گا یہاں تک کہ میری گردن تن سے جدا ہو جائے۔ اور ضرور بضرور اللہ اپنا حکم نافذ فرما کے رہے گا۔''

فضیلت جہاد : فضیلت جہاد کے متعلق متعدد آیات واحادیث وارد ہیں، ہم چند ایک کا حوالہ دیتے ہیں۔

۱۔ ﴿ **فلیقاتل فی سبیل الله الذین یشرون الحیوة الدنیا بالأخرة ومن یقاتل فی سبیل الله فیقتل أو یغلب فسوف نؤتیه أجرا عظیما** ۞ ﴾ [النساء ٧٤] ''پس راہ الٰہی میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیے جو دنیاوی

زندگی کو آخرت کے بدلے فروخت کرتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کرے پھر وہ قتل کیا جائے یا اسے غلبہ حاصل ہو ہم جلد ہی اسے اجر عظیم سے نوازیں گے۔"

۲۔ ﴿ **إن الله اشتری من المؤمنین أنفسهم و أموالهم بأن لهم الجنة یقاتلون فی سبیل الله فیَقتلون ویُقتلون وعدا علیه حقا فی التوراة والإنجیل والقرآن ومن أوفٰی بعهده من الله فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم به وذٰلک هو الفوز العظیم** ۞ ﴾ [التوبه ۱۱۱] بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے پس تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے سودا کرلیا ہے خوشی مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

۳۔ ﴿ **یٰأیها الذین اٰمنوا هل أدلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب ألیم ۞ تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله بأموالکم وأنفسکم ذٰلکم خیر لکم إن کنتم تعلمون ۞ یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتها الأنهار ومساکن طیبة فی جنٰت عدن ذٰلک الفوز العظیم** ۞ ﴾ [الصف ۱۰۔ ۱۲] "اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتلا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔ وہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخلہ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ہمیشگی کی جنتوں میں پاکیزہ رہائشگاہیں پائی جاتی ہیں۔ یہی بڑی کامرانی ہے۔"

۴۔ "**إن فی الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدین فی سبیل الله، ما بین الدرجتین کما بین السمآء والارض، فإذا سألتم الله فاسئلوه الفردوس فإنه أوسط الجنة وأعلٰی الجنة وفوقه عرش الرحمٰن منه تَفَجَّرُ أنهار الجنة**" [بخاری، الجهاد ح ۲۷۹۰ عن ابی هریرة] "بیشک جنت میں ایک سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین جتنا فرق ہے۔ پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو، بیشک یہی جنت کا افضل و اعلیٰ حصہ ہے اور اس کے اوپر رحمان کا عرش سایہ فگن ہے اور یہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔"

۵۔ "**المجاهدون یأتون یوم القیامة علی أبواب الجنة ویستفتحون فیقول لهم الخزنة أو قد**

حوسبتم ؟ قالوا بأی شيئ نحاسب وإن كان أسيافنا علی عواتقنا فی سبيل الله حتی متنا علی ذٰلک قال فيفتح لهم فيدخلون فيها أربعين عاما قبل أن يدخلها الناس ''[مستدرك حاكم ۲/ ۷۰] ''مجاہدین قیامت کے روز جنت کے دروازوں پر آکر دروازہ کھولنے کو کہیں گے تو جنت کے داروغے پوچھیں گے کیا آپ لوگوں کا حساب ہو چکا؟ وہ کہیں گے ہم سے کس چیز کا حساب لیا جائے گا، ہماری تلواریں اللہ کے راستے میں ہمارے کندھوں پر تھیں، یہاں تک کہ ہم اسی حالت میں فوت ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس ان کے لیے دروازے کھولے جائیں گے تو وہ دوسرے لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔''

۶۔ **والذی نفس محمد بيده لوددت أنی أغزو فی سبيل الله فأقتل ثم أغزو فأقتل ثم أغزو فأقتل** ''[مسلم الإمارة ح۱۸۷۶] ''اس ذات کی قسم جس کے دست مبارک میں محمد کی جان ہے، یقیناً میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کر کے شہید ہو جاؤں، پھر جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں، پھر جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں۔''

۷۔ حضرت عمرؓ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے ''**اللهم ارزقنی شهادة فی سبيلک واجعل موتی فی بلد رسولک**'' [بخاری كتاب فضل المدينة ح ۱۸۹۰] ''اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور مجھے تیرے پیغمبر کے شہر میں موت نصیب فرما۔''

۸۔ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کے لیے چھ اعزازات ہیں: {۱} اسے عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے {۲} قیامت کی پریشانیوں سے اسے مامون کر دیا جاتا ہے۔ {۳} اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کی صرف ایک موتی دنیا وما فیھا سے بہتر ہے۔ {۴} گوری گوری آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ {۵} پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ {۶} اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے متعلق اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔[مسند احمد ۱۳۱/٤]

فرضیت جہاد: شریعت کا ہر وہ حکم جو واجب التعمیل ہو، اس کے ترک پر گناہ کی وعید ہو تو اسے ''فرض'' کہا جاتا ہے پھر بعض فرائض ایسے ہوتے ہیں جن کی ادائیگی ہر مسلمان پر ضروری ہے اور وہ فرض اسے ہی ادا کرنا ہوتا ہے، کسی اور کے ادا کرنے سے وہ فرض ساقط یا معاف نہیں ہوتا، اس قسم کو ''فرض عین'' کہتے ہیں۔ جبکہ بعض فرائض ایسے ہوتے ہیں جن کی ادائیگی مجموعی طور پر مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے، مگر بعض افراد اگر اس کی ادائیگی پر عمل پیرا ہو جائیں تو باقی مسلمانوں کو اس فرض

کی ادائیگی سے سبکدوش کردیا جاتا ہے، اگر کوئی بھی اسے ادا نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہوتے ہیں۔اس قسم کو''فرض کفایہ'' کہا جاتا ہے۔

جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ: ہم اس سلسلے میں افراط وتفریط کے شکار ہیں، بعض جہادی تنظیموں کا موقف ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں جہاد بہر حال فرض عین ہے۔جبکہ بعض افراد ایسے ہیں جو جہاد کو فرض کفایہ تو کجا اسے مستحب تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ ہمارے رجحان کے مطابق عام حالات میں جہاد فرض کفایہ ہے، یعنی جب جہاد کے فرض عین ہونے کی صورتیں پیدا نہ ہوں تو جہاد فرض کفایہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ﴿**لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر أولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله بأموالهم وأنفسهم فضل الله المجاهدین بأموالهم وأنفسهم علی القاعدین درجة وکلاوعد الله الحسنی وفضل الله المجاهدین علی القاعدین أجرا عظیما** ۝﴾[النساء ۹۵] ''بغیر عذر کے بیٹھے رہنے والے اہل ایمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔اللہ نے اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں برتری عطا فرمائی ہے۔اور اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ فرما رکھا ہے۔اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھے رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔''اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو اہل ایمان جہاد میں بغیر عذر کے بھی شریک نہیں ہوتے ان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے خیر، بھلائی اور جنت کا وعدہ کر رکھا ہے، اگر جہاد ہر حال میں فرض عین ہوتا تو جہاد سے پیچھے رہنے والوں سے اللہ تعالیٰ خیر وبھلائی اور جنت کا وعدہ بالکل نہ کرتا۔

۲۔ ﴿**وماکان المؤمنون لینفروا کافة فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم إذا رجعوا إلیهم لعلهم یحذرون** ۝﴾[التوبہ ۱۲۲] ''اور مومن سب نہیں نکل سکتے۔پس ان کے ہر گروہ میں سے ایک ایک جماعت کو نکل پڑنا چاہیے، تاکہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور جب ان کی طرف لوٹیں تو انہیں (اللہ کی مخالفت سے) ڈرائیں تاکہ وہ احتیاط کریں۔''اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت اگر کچھ لوگ جہاد کر رہے ہوں تو باقی مسلمانوں کی طرف سے بھی یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ''**من جهز غازیا فی سبیل الله فقد غزا ومن خلفه فی اهله بخیر فقد غزا**''[ابن ماجه، الجهاد ح۲۷۶۲] ''جس کسی نے اللہ کی راہ میں کسی جہاد کرنے والے کا سامان فراہم کر دیا تو یقیناً اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کی غیر موجودگی میں بھلائی کے ساتھ اس کے اہل خانہ کی خدمت انجام دی اس نے بھی جہاد کیا۔''اس حدیث سے

بھی معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر فرض عین ہوتا تو سب کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم ہوتا۔ حتی کہ جہاد سے پیچھے رہ کر مجاہدین کے اہل وعیال کی کفالت ونگرانی کرنے والوں کو بھی میدان جنگ میں چلے جانے کا حکم دیا جاتا۔ حالانکہ امر واقعہ سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

صرف دوصورتوں میں جہاد فرض عین ہوتا ہے:

(۱) دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں۔ (۲) حاکم وقت کے حکم دینے کی صورت میں۔

۱۔ دشمن کے حملہ آور ہونے کی صورت میں ہر شخص پر جہاد فرض ہوجاتا ہے خواہ وہ تنخواہ دار فوجی ہو یا عام مسلمان، ہر مسلمان پر بقدر استطاعت اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنا فرض ہوجاتا ہے خواہ مسلمان تھوڑے سے ہوں یا زیادہ، پیدل ہوں یا سوار، جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر جب دشمن نے حملہ کردیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہ دی بلکہ پیچھے رہنے کی اجازت مانگنے والوں کی مذمت کی۔ ''وہ منافق کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں تھے، بلکہ وہ صرف جنگ سے فرار چاہتے تھے'' [الاحزاب ۱۳]

۲۔ جہاد کے فرض عین ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر کسی غیر مسلم قوم کے خلاف جہاد کرنے کے لیے اپنی رعایا میں سے جسے حکم دے اس پر امیر کی اطاعت کرتے ہوئے جہاد کے لیے نکلنا فرض عین ہوجاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**یأیھاالذین ا منوا مالکم إذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم إلی الأرض أرضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاٰ خرۃ**﴾[التوبۃ ۳۸] ''اے ایمان دارو تمہیں کیا عذر ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف بوجھل ہوکر پڑے رہتے ہو! کہیں تم آخرت کے مقابلے میں دنیا پر ہی راضی تو نہیں ہوگئے'' ''**وإذا استنفرتم فانفروا**'' [بخاری، الجہاد ح ۲۸۲۵] ''اور جب تم سے (جہاد کے لیے) نکل پڑنے کا تقاضا کیا جائے تو بلا چوں وچرا نکل پڑو۔'' پہلی صورت کا تعلق دفاعی جہاد سے ہے، جبکہ دوسری صورت کا تعلق اقدامی جہاد سے ہے۔

آج مسلمانانِ عالم عملی طور پر اقدامی جہاد کی پوری اہلیت نہیں رکھتے، اگر رکھتے ہیں تو جرأت نہیں رکھتے۔ البتہ جن ممالک پر دشمن حملہ آور ہوا ہے وہاں کے مسلمان دفاعی پوزیشن میں ہیں، اس لیے اصولی طور پر ان حالات میں وہاں کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین قرار دیا جانا چاہیے۔

جب ہم رسول اللہ ﷺ کے غزوات پر نظر ڈالتے ہیں تو دو قسم کے غزوات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ **دفاعی غزوات:** اسلامی ریاست مدینہ طیبہ اور مسلمانوں کا دفاع کرتے ہوئے مدافعانہ جنگ کی گئی مثلاً غزوہ احد اور غزوہ خندق خالص مدافعانہ جنگیں تھیں۔

۲۔ **اقدامی غزوات:** مختلف مقاصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ کو خود جنگ کا اقدام کرنا پڑا مثلاً

(أ) دشمن کو عہد شکنی کی سزا دینے کے لیے جنگی اقدام کرنا پڑا۔ جیسے فتح مکہ وغیرہ۔

(ب) اپنے سفیروں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے جہادی اقدام کیا۔ بیعت رضوان اور غزوہ موتہ اس کی مثالیں ہے۔

(ج) سرحدوں کی حفاظت اور پیشگی تحفظ مقصود تھا جس کی مثال غزوہ تبوک ہے۔

(د) غلبہ دین اور کفر وشرک کا خاتمہ پیش نظر تھا، اس لیے آپ نے جنگی اقدام کیا جیسا کہ غزوہ خیبر۔

جس طرح اقدامی جہاد اور دفاعی جہاد کی نوعیت میں فرق ہے، اسی طرح دونوں کے اغراض ومقاصد، شرائط وضوابط اور آداب میں بھی کافی فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً اقدامی جہاد کا مقصد اعلاء کلمة الله ہے، جبکہ دفاعی جہاد کا اولین مقصد اپنے مال وجان کا تحفظ ہے۔ اسی طرح اقدامی جہاد کے لیے مدمقابل دشمن کے مقابلے میں کم از کم نصف حربی قوت واستعداد کا ہونا ضروری ہے۔ جبکہ دفاعی جہاد میں 1:2 کا لحاظ ضروری نہیں ہے۔ اقدامی جہاد میں والدین کی اجازت ضروری ہے جبکہ دفاعی جہاد میں اذن والدین ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح مال ومتاع کے حصول کے لیے جہاد کرنا اقدامی جہاد کے آداب کے خلاف ہے، جبکہ دفاعی جہاد میں اپنے مال ومتاع کو بچانے کے لیے جان قربان کردینا بھی شہادت ہے۔ الغرض اقدامی اور دفاعی جہاد اپنی نوعیت وکیفیت، اغراض ومقاصد اور آداب وضوابط کے لحاظ سے ایک دوسرے مختلف ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارے ہاں ان چیزوں میں خلط مبحث سے کام لیا جاتا ہے۔ اب ہم دفاعی اور اقدامی جہاد کو الگ الگ بیان کرتے ہیں:

اقدامی جہاد کے اغراض ومقاصد:

۱۔ **اعلائے کلمۃ اللہ یا غلبہ دین:** غلبہ دین کا یہ معنی ہے کہ انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کے حکم، اللہ کے قانون اور اس کے فیصلے کو بالادستی حاصل ہو۔ کسی فرقہ، گروہ، جماعت یا قوم کے بجائے اللہ کی حاکمیت قائم ہو۔ ﴿**وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله**﴾ [الانفال ۳۹] ''اور ان سے جنگ لڑو حتیٰ کہ فتنہ نیست ونابود ہوجائے اور دین (بندوں کی اطاعت) خالص اللہ پاک کے لیے ہوجائے۔'' ربعی بن عامر نے کہا'' **والله جاء بنا لنخرج العباد من عبادة العباد إلى عبادة رب العباد**'' [تاریخ الطبری ۳/ ۵۲۰] ''اللہ ہمیں یہاں لے آیا ہے تا کہ ہم بندوں

کو بندوں کی بندگی سے نکال کر پروردگار کی بندگی کی راہ پر ڈال دیں۔''

۲۔ **فتنہ وفساد اور ظلم کا خاتمہ:** دنیا سے تشدد وظلم اور فتنہ وفساد کی ہر ممکنہ صورت کا خاتمہ مطلوب ہے کیونکہ جہاں کہیں غیر اسلامی حکومت ہوگی وہاں فتنہ وفساد کی بے شمار صورتیں موجود ہوں گی، اس فتنے کی سرکوبی کے لیے جہاد فرض ہے۔ ﴿**وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله**﴾[البقرہ ۱۹۳]

۳۔ **عہد شکنی کی سزا:** ﴿**وإن نكثوا أيمانهم من بعد عهدهم وطعنوا في دينكم فقاتلوا أئمة الكفر إنهم لا أيمان لهم**[التوبۃ ۲۰] ''اور اگر وہ معاہدہ کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ کر تمہارے دین کی عیب جوئی کریں تو تم کفر کے سرداروں سے جنگ کرو۔ یقیناً ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔'' مثلاً یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ پھر ان کی طرف سے اس کی خلاف ورزی، بنوقینقاع کی طرف سے ''میثاق مدینہ'' کی خلاف ورزی، صلح حدیبیہ میں مشرکین مکہ کی خلاف ورزی۔

اقدامی جہاد کی شرائط: (۱) اسلامی ریاست کا قیام (یا امیر شرعی کا قیام)۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر پہلے اجتماعی نظام قائم کیا۔ اس کے بعد جہادی اقدامات کا آغاز فرمایا۔

(۲) دار اسلام موجود ہو''**إن الإمام جنة يقاتل من ورائه ويُتّقى به**''[بخاری الجهاد باب ۱۰۹ ح۲۹۵۹]

''امام ہی ڈھال ہے جس کے پیچھے جنگ لڑی جاتی ہے اور اسی کے ذریعے حفاظت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

(۳) مطلوبہ کثرت واستعداد: کم از کم دشمن کے مقابلہ میں نصف حربی قوت اور جنگی وسائل موجود ہوں۔ ﴿**فإن يكن منكم مائة صابرة يغلبوا مائتين وإن يكن منكم ألف يغلبوا ألفين بإذن الله**......﴾[الانفال۶۶]

''پس اگر تم میں ایک سو ثابت قدم مجاہد ہوں تو دوسو (کافروں) پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں تو وہ بحکم الٰہی دو ہزار پر فتح پائیں گے۔''

(۴) والدین کی اجازت: اس باب میں متعدد احادیث موجود ہیں۔

(۵) وفائے عہد: سابقہ عہد پورے کیے جائیں یا پھر انہیں علانیہ ختم کیا جائے۔

(۶) اعلان جنگ: پہلے دعوت اسلام، پھر جزیہ کی شرط پر تحفظ کا وعدہ، آخر میں اعلان جنگ ہے۔

اقدامی جہاد کے آداب: (۱) دنیاوی اغراض ومقاصد سے صرف نظر''**لتكون كلمة الله هي العليا**''

''تاکہ اللہ پاک ہی کا بول بالا ہو۔'' (۲) عہد شکنی سے گریز (معاہدہ ہونے کی صورت میں)